# انجیلِ متی کی تاریخ تصنیف

نادر عقیل انصاری

عہد نامہ جدید کے مختلف حصوں کی تاریخِ تصنیف کا تعین بائیبل کے علوم کے ماہرین کے لئے غیر معمولی دلچسپی کا حامل رہا ہے اور اسے ہر دور کے جدید عیسائی علما اور محققین نے تحقیق و توجہ کا مرکز بنایا ہے۔ بے یقینی اور ارتیاب کے اس میدان میں دو ہزار سال کی کوشش بھی کوئی حتمی جواب نہیں پیش کر سکی۔ ایک نئے قاری کو جب اس سوال سے سابقہ پڑتا ہے تو وہ اختلاف آرا اور ظن و تخمین کے اس حیرت کدے میں قدم رکھتے ہی وحشت زدہ ہو کر رہ جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب امریکی ہفت روزہ 'ٹائم' Time کے ایک شمارے (۲۳ جنوری ۱۹۹۵ء) میں کارسٹن پیٹر تھائیڈ ی Carston Peter Thiede کی اس تحقیق کا تعارف شائع ہوا جس میں اس نے انجیلِ متی The Gospel of Matthews کی تصنیف کا سال ، کو قرار دیا ہے۔ تو اسے محض ایک اور رائے سمجھ کر کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی۔ اس جرمن محقق کا دعوی ہے کہ متی کے سنِ تصنیف کے بارے میں مشہور قول جو اسے ۸۰ء کی تصنیف قرار دیتا ہے نظر ثانی کا محتاج ہے۔ اس کے خیال میں اسے ۰ء کی تصنیف سمجھنا زیادہ قرینِ قیاس ہے۔ اس سلسلے میں اس کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے۔

انجیلِ متی کے یونانی نسخے کے تین پرزے جو ۱۹۰۱ء میں مصر میں دریافت ہوئے اور ۱۹۵۳ء میں شائع ہوئے۔ اس انجیل کے وہ قدیم ترین باقیات ہیں جو ہمارے پاس موجود ہیں یہ آکسفورڈ کے مگدلینی کالج میں محفوظ ہیں۔ اور مگدلینی پارے Magdalen Fragments کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ بمشکل چند مربع انچ کے برابر ہوں گے۔ ان پر متی کے باب ۲۶۔ کی

کچھ آیات کے اجزا اب بھی پڑھے جا سکتے ہیں۔ تھائیڈی ان کے رسم الخط کو پہلی صدی عیسوی کے رسم الخط سے مماثل پاکر یہ استدلال کرتا ہے کہ یہ وہ رسم الخط ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد ہی میں متروک ہونا شروع ہو گیا تھا۔ لہذا اسے ۸۰ء کی تصنیف بتانا درست نہیں ہے، کیونکہ اگر یہ انجیل ۸۰ء میں لکھی گئی تھی، تو یہ ممکن نہیں ہے کہ اس قدر جلد اس کا اتنا ابتدائی نسخہ مصر جا پہنچا ہو۔ لہذا یہ بات زیادہ قرینِ قیاس ہوگی کہ یہ انجیل اس سے کم از کم دس برس پہلے لکھی گئی ہو۔ تھائیڈی کی اس تحقیق کے نتائج اس لئے اہم ہیں کہ ان کے درست ہونے کی صورت میں یہ امر ثابت ہو جائے گا کہ متی کی تصنیف کے وقت حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی کے کئی چشم دید گواہ موجود تھے، اور ان کے اصحاب کی زندگی میں شائع و رائج ہونے والی انجیل ظاہر ہے کہ بڑی حد تک ثقہ ہوگی اور وہ سنی سنائی اور بے بنیاد روایت نہیں ہو سکتی، جیسا کہ اب اکثر خیال کیا جاتا ہے۔

تھائیڈی کا استدلال ان نسخوں کے مخصوص یونانی رسم الخط کی جانچ پرکھ پر منحصر ہے۔ وہ خود بھی اعتراف کرتا ہے کہ قدیم مخطوطات کی تاریخ تصنیف متعین کرنے کا یہ طریقہ خطرات سے بھرپور ہے۔ تاریخِ تصنیف طے کرنے کی غرض سے قدیم نسخوں کے تجزیئے Dating کے لئے اب کیمیائی عمل کے نت نئے طریقوں سے مدد لی جاتی ہے، جو اپنی سائنسی خوبیوں کے باوجود حتمی نہیں ہوتے۔ رسم الخط کے راستے سے تاریخ تک پہنچنے کا تو ذکر ہی کیا، کیونکہ یہ تو کسی اعتبار سے بھی ایک معروضی تکنیک نہیں ہے۔ اب تک جن قدیم نسخوں کی کسی حد تک درست تاریخ متعین کی جا سکی ہے اس میں ریڈیو کاربن Radio carbon dating اور پوٹاشیم آرگون potassium Argon Dating کے ذرائع کا بڑا ہاتھ ہے۔ ان ہی طریقوں سے کسی قطعیت کے ساتھ مگدلینی پاروں کی قدامت کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ لیکن تھائیڈی نے اعتراف کیا ہے کہ یہ مخطوطات اس قدر خستہ حالت میں ہیں کہ ان دونوں میں سے کسی بھی کیمیائی عمل کے متحمل نہیں ہو سکتے اور ان مخطوطات کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔ لہذا یہ سائنسی طریقے بھی اس مسئلے کو حل کرنے میں ہماری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ اور ان کی تاریخِ تصنیف کے بارے میں یہ نئی رائے بھی ظن و تخمین کے درجے سے آگے نہیں بڑھتی۔

دراصل بائیبل کی کسی بھی تحریر کے بارے میں، خواہ وہ پرانے عہد نامے کی ہو یا نئے کی بنیادی سوال یہ نہیں ہے کہ اس کا سنِ تحریر کیا ہے، بلکہ بنیادی اہمیت ان سوالات کی ہے کہ:

ا۔ کتاب کا مصنف کون ہے؟ (کیونکہ تحریر کی ثقاہت کا انحصار اس پر ہے)

ب۔ کیا مصنف چشم دید واقعات بیان کر رہا ہے اور الہام کا مدعی ہے؟

ج۔ اگر وہ کسی اور کی شہادت پر انحصار کر رہا ہے تو اس صورت میں اس راوی کا حال اور اس کا عینی شاہد ہونا معلوم ہے یا نہیں؟

د۔ واقعے کے بیان کا انحصار ایک شخص پر ہے یا اس کی تائید کے لئے اضافی مواد موجود ہے؟

ہ۔ یہ تمام سوالات تحریر کے بارے میں خارجی شہادت کو سامنے لاتے ہیں۔ اس کے بعد یہ بھی دیکھا جائے گا کہ خود تحریر کا متن اس سلسلے میں کیا دعویٰ کرتا ہے؟ (یعنی داخلی شہادت پر بحث ہوگی)۔

اگر ان سوالات کو سامنے رکھ کر غور کیا جائے تو انجیلِ متی، یکسر ناقابلِ اعتبار ٹھہرتی ہے۔ نہ تو اس کے مصنف کا نام معلوم ہے، نہ اس کے حالات (یعنی اس کا ثقہ یا غیر ثقہ ہونا) نہ وہ الہام کا دعویٰ کرتا ہے، نہ چشم دید واقعات بیان کرنے کا مدعی ہے، اور نہ وہ کسی چشم دید راوی ہی کا حوالہ دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ان تمام واقعات کی صحت کا انحصار ان ہی دو چار اناجیل پر ہے جو ہر باب اور ہر آیت پر ایک دوسرے سے کثرتِ اختلاف کی وجہ سے پکار پکار کر کہتی ہیں کہ یہ محض سنی سنائی کہانیاں ہیں اور بس۔ اور جب ہم اس کے متن پر غور کرتے ہیں تو تاریخی اغلاط تضادات، غلط بیانیوں، غلط حوالوں اور خیال آرائیوں کی ایک دنیا آباد پاتے ہیں۔ یہ جملہ معترضہ ضروری تھا تاکہ واضح ہو جائے کہ انجیلِ متی کی صحت و اصلیت اور مبنی بر وحی ہونے کا معاملہ یہاں زیرِ غور نہیں ہے اور نہ وہ تھائیڈی کے دعوے کی صداقت پر منحصر ہے، بلکہ یہاں تو فقط متی کی اس انجیل کا سنِ تصنیف زیرِ بحث ہے، جو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ بالفرض اگر یہ ثابت ہو بھی جائے کہ یہ انجیل عہدِ مسیح میں یا اس کے معاً بعد لکھی گئی، تو بھی اس انجیل کا

الہامی اور مستند ہونا ثابت نہیں ہوگا۔

انجیل متی کے لکھے جانے کی درست تاریخ معلوم کرنے سے پہلے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ یہ انجیل، اصلاً، کس زبان میں لکھی گئی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آرامی زبان بولتے تھے، جو عبرانی Hebrew کی ایک شکل تھی، جب کہ متی کی انجیل کا قدیم ترین نسخہ، جواب موجود ہے، یونانی زبان میں ہے۔ اس کی دو ہی ممکن توجیہات ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ انجیل، اصلاً، یونانی GREEK زبان میں لکھی گئی اور دوسری یہ کہ اصلاً، تو یہ آرامی Aramaic زبان میں تھی، لیکن بعد میں اس کا ترجمہ یونانی میں کیا گیا اور اب اصل آرامی نسخہ معدوم ہو جانے کے بعد اس کا انحصار فقط یونانی ترجمے ہی پر رہ گیا۔

پہلی توجیہ ماننے کی صورت میں بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں:

اس سے متن کی ثقاہت مزید مشکوک ہو جاتی ہے اور اس میں منقول حضرت عیسٰیؑ کی تعلیمات کی روایت باللفظ کے بجائے 'بالمعنیٰ' قرار پاتی ہے۔ یہ طے کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ مصنف نے کہاں تک نفسِ مضمون کی حفاظت کی ہے۔ خاص طور پر زیر غور معاملے میں تو یہ شک اور بھی قوی ہو جاتا ہے، کیونکہ یہاں نہ تو مصنف کا نام معلوم ہے، جو حضرت مسیحؑ کے آرامی زبان میں ادا کیے گئے اقوال کو یونانی میں منتقل کر رہا ہے اور نہ تاریخی معلومات میسر ہیں جن سے اس کی قابلیت کا اندازہ لگایا جا سکے۔ جس متی نامی شخص کا خود متی کی انجیل میں ذکر ہے، اس کے حالات پڑھنے سے تو یہ امر تقریباً ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ اس قسم کی ادبی تصنیف کا اہل نہیں تھا۔ دوسرے یہ کہ جس یہودی تہذیب کی کوکھ سے یہ نیا مسلک جنم لے رہا تھا اس میں مذہبی صحیفوں کو بالعموم عبرانی زبان میں محفوظ کیا جاتا تھا۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم انجیل متی کے بارے میں فرض کریں کہ وہ اس روایت کے علی الرغم، یونانی میں لکھی گئی ہوگی، بالخصوص جب کہ پہلی صدی کے مسیحی مبلغوں کے مخاطب صرف آرامی بولنے والے اسرائیلی ہی تھے اور انھیں غیر قوموں کو دعوت دینے سے صراحت کے ساتھ روکا گیا تھا۔ تیسرے یہ کہ قدیم عیسائی بزرگ پیپیاس Papias کا جو قول مورخ یوسی بیس .Eusebius نے نقل کیا ہے، اس کا انکار لازم آتا ہے حالانکہ یہ اس ضمن کی قدیم ترین خارجی شہادت ہے:

"Matthew compiled the Sayings in Aramaic language, and everyone translated them as well as he could".
(Eusebius, The History of the Church, 339, Penguin Classics, 1965).

متی نے اقوال کو آرامی زبان میں جمع کیا اور ہر کسی نے اپنی استعداد کے مطابق بہتر انداز میں اس کے تراجم کئے۔

عیسائی رہنما آرینیوس Irenaeus اور اوریگن Origen کی بھی یہی رائے ہے۔ معلوم نہیں ہوتا کہ اقوال سے پیپیاس کی کیا مراد ہے، لیکن غالب گمان یہی ہے کہ اس سے حضرت مسیح کے اقوال مراد ہیں، جنھیں بعد میں اناجیلِ اربعہ (جن میں انجیل متی بھی شامل ہے) کے مصنفین نے اپنے رسائل میں موقع بہ موقع استعمال کیا ہے۔ لگتا ہے کہ اصل میں یہی وہ انجیل ہے جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے اور جو حضرت مسیح کے ان اقوال کا مجموعہ تھی جو مبنی بر وحی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ تحریر ہم تک نہیں پہنچ سکی لیکن اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اوّل اوّل انجیل آرامی زبان ہی میں لکھی گئی۔ جس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ موجودہ انجیل، جو یونانی میں ہے اور اس میں حضرت مسیح کے اقوال کے علاوہ بھی بہت کچھ اضافے ہو چکے ہیں، حضرت مسیح کے بہت بعد وجود میں آئی اور یہ ان کی تعلیمات کو جاننے کا اولین ماخذ نہیں ہے، بلکہ اسے زیادہ سے زیادہ ایک ثانوی ماخذ کے طور پر قبول کیا جا سکتا ہے۔

اس صورت میں یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ اگر یہ انجیل، اصلاً، آرامی زبان میں تحریر ہوئی تو اس کا یونانی ترجمہ، جسے تھائیڈ ی نشئہ سے متعلق کرتا ہے، ہرگز نشئہ کا تصنیف شدہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ قدیم مذہبی کتب اور صحائف کے بارے میں ان کے ماننے والوں کے رویے ہمارے سامنے ہیں۔ بالعموم ان کو دوسری زبانوں میں منتقل کرنے کی شدید مخالفت ہوتی رہی ہے۔ بالخصوص ابتدائی دور میں تو اس طرح کی کسی بھی کوشش کو ہر ممکن طریقے سے دبایا گیا ہے۔ یہودیوں نے صدیوں کے بعد جب سکندریہ میں عہد نامہ عتیق کا پہلا یونانی ترجمہ کیا، جو نسخہ سبعینہ Septuagint کے نام سے مشہور ہے۵ تو قدامت پسندوں نے اس کی شدید مخالفت کی۔ بعض یہودی ربی کہتے تھے کہ جب یہ ترجمہ کیا گیا تو تین دن تک زمین پر اس کی نحوست کی وجہ سے اندھیرا چھایا رہا۔ دوسروں نے کہا کہ یہ دن بنی اسرائیل کی زندگی میں ایسا ہی افسوس ناک تھا،

جیسا وہ دن جب انھوں نے موسیٰ کی غیر موجودگی میں بچھڑے کی عبادت کی تھی (میکنزی. قاموس بائیبل ص ۷۸۸)۔ اس ردِعمل کی روشنی میں یہ امر خاصا مستبعد ہے کہ متی کی انجیل کا ترجمہ اتنے ابتدائی دور میں یونانی زبان میں کر دیا گیا ہو۔

انجیلِ متی میں موجود داخلی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مروج نسخہ یروشلم کی تباہی کے بعد لکھا گیا، جو ۷۰ء کا واقعہ ہے. عیسائی علما کا اس بات پر تقریباً اجماع ہے کہ انجیلِ متی، انجیل مرقس کے بعد لکھی گئی اور یہ کہ انجیلِ مرقس ۶۵ء سے ۷۰ء کے درمیان کسی وقت لکھی گئی[۵]۔ اس وجہ سے بھی یہ کہنا درست ہے کہ انجیلِ متی کا سنِ تصنیف ۷۰ء سے پہلے نہیں ہو سکتا دوسرے الفاظ میں یہ انجیل حضرت مسیح کے انتقال کے کم از کم چالیس برس بعد ضبطِ تحریر میں آئی ہوگی۔

اس سے یہ تاثر نہ پیدا ہو کہ مسیحی علما، کو کسی درجے یقین کے ساتھ یہ تاریخ معلوم ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ نظریہ محض اٹکل کی بنیاد پر قائم ہے اور عیسائی مورخوں میں مختلف آرا متداول رہی ہیں جن میں سے بعض انجیل کو ۷۰ء کی قرار دیتے ہیں. یہاں یہ اضافہ بھی کر دیا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ اس نوعیت کے اختلافات انجیل متی کے ساتھ ہی خاص نہیں، بلکہ عہد نامہ جدید کی تمام کتابوں کا یہی حال ہے. حقیقت یہ ہے کہ ان کتب کی تاریخی صحت کا کوئی تقابل قرآن مجید سنت یا حدیث سے نہیں ہو سکتا. اگر قواعدِ روایت کی روشنی میں بغور دیکھا جائے تو تورات اور انجیل کی حیثیت ایک ضعیف روایت سے زیادہ نہیں ہے. یہی وجہ ہے کہ مسیحی محققین کسی ایسی دریافت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہتے جس سے ان مذہبی صحیفوں کی تاریخِ تصنیف دو چار سال پیچھے لے جائی جا سکے۔ ان صحیفوں کا یہی کمزور تاریخی پہلو اور ان کے مندرجات کا ناقابلِ اعتبار ہونا اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ اللہ بندوں پر، اپنی مرضی ظاہر کرنے کے لیے، ہدایت کا ایک اور راستہ کھولتا اور اس کو ہر قسم کی تبدیلی، تحریف اور تغیر سے محفوظ رکھتا. مسیحی علما کو قرآن پر اسی نقطۂ نظر سے تدبر کرنا چاہیے لیکن افسوس ہے کہ انھوں نے، محض تعصب کی وجہ سے، اپنے آپ کو ہدایت کے ایسے بیش قیمت خزانے سے محروم رکھا ہوا ہے۔

## حواشی

عہد نامہ جدید New Testament جسے اسلامی لٹریچر میں 'انجیل' کہا جاتا ہے، دراصل اس

الہامی کتاب کی موجودہ شکل کا نام ہے جو قرآن کے بیان کے مطابق حضرت عیسٰی علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول 'انجیل' دراصل نام ہے ان الہامی خطبات اور اقوال کا جو حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری ڈھائی تین برس میں بحیثیت نبی، ارشاد فرمائے۔ وہ کلماتِ طیبہ آپ کی زندگی میں لکھے اور مرتب کیے گئے تھے یا نہیں، اس کے متعلق اب ہمارے پاس کوئی ذریعۂ معلومات نہیں ہے۔ ممکن ہے بعض لوگوں نے انھیں نوٹ کر لیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ سننے والے معتقدین نے ان کو زبانی یاد رکھا ہو، بہر حال ایک مدت کے بعد جب آپ کی سیرت پر مختلف رسالے لکھے گئے تو ان میں تاریخی بیان کے ساتھ ساتھ، وہ خطبات اور ارشادات بھی جگہ جگہ حسبِ موقع درج کر دیے گئے، جو ان رسالوں کے مصنفین تک زبانی روایات اور تحریری یادداشتوں کے ذریعے سے پہنچے تھے۔ آج متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کی جن کتابوں کو اناجیل کہا جاتا ہے، دراصل انجیل وہ نہیں، بلکہ حضرت مسیح کے وہ ارشادات ہیں جو ان کے اندر درج ہیں۔ ہمارے پاس ان کو پہچاننے اور مصنفینِ سیرت کے اپنے کلام سے ان کو ممیز کرنے کا اس کے سوا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ جہاں سیرت کا مصنف کہتا ہے کہ مسیح نے یہ فرمایا یا لوگوں کو یہ تعلیم دی، صرف وہی مقامات اصل انجیل کے اجزا ہیں۔ قرآن انہی اجزا کے مجموعے کو انجیل کہتا ہے اور انہی کی تصدیق کرتا ہے۔ آج کوئی شخص ان بکھرے ہوئے اجزا کو مرتب کر کے قرآن سے ان کا مقابلہ کر کے دیکھے تو وہ دونوں میں بہت ہی کم فرق پائے گا اور جو تھوڑا بہت فرق محسوس ہوگا، وہ بھی غیر متعصبانہ غور و تامل کے بعد بآسانی حل کیا جا سکے گا۔" (تفہیم القرآن، جلد اول ص ۲۳۲ - ۲۳۳)

۷۵ Radio Carbon Dating نامیاتی مادوں میں تابکاری عناصر کے تناسب کو ناپنے سے قدیم نسخوں اور دیگر اشیا کی تاریخ متعین کرنے میں بہت مدد ملی ہے۔ آثارِ قدیمہ کے میدان میں کاربن (۱۴) کے ذریعے سے بڑی حد تک درست تاریخیں معلوم کی گئی ہیں۔ اس طریقے کو Carbon Dating کہتے ہیں۔ تمام نامیاتی مادوں (یعنی جانوروں اور درختوں) میں کاربن کی دو شکلیں ایک متعین تناسب کے ساتھ موجود ہوتی ہیں۔ ایک کاربن (۱۲) تابکاری نوعیت کا مادہ ہے، اور وقت کے ساتھ نامیاتی انحطاط Decay کے عمل کی وجہ سے اس کی مقدار میں کمی ہو جاتی ہے۔ ہمیں اس کے نامیاتی انحطاط Decay کے عمل کی رفتار معلوم ہے۔ چنانچہ اگر ہم کسی قدیم شے میں کاربن

(۱۲) اور کاربن (۱۴) کی مقدار کا تناسب معلوم کر لیں تو اس شے کی قدامت کا بڑی حد تک درست اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۵۳ متی کی علمی قابلیت جو شخص انجیلِ متی کا مصنف سمجھا جاتا ہے، اس کا ذکر عہد نامہ جدید میں پہلی دفعہ اس طرح کیا گیا ہے:

"یسوع نے وہاں سے آگے بڑھ کر متی نام کے ایک شخص کو محصول کی چوکی پر بیٹھے دیکھا اور اس سے کہا میرے پیچھے ہو لے۔ وہ اٹھ کر اس کے پیچھے ہو لیا" (متی باب ۹، آیت ۹)

مفسرین نے اس پر بحث کی ہے کہ محصول لینے والا یہ متی، عبرانی زبان کی ایسی استعداد اور تورات وصحفِ انبیاء کے فہم کے فن کی ایسی مہارت کا حامل نہیں ہو سکتا، جو ایک ادبی و علمی تصنیف کے لئے درکار ہے۔

۵۴ پیپیاس Papias of Hierapolis قدیم ترین مسیحی مصنفین میں شمار کیا جاتا ہے۔ وہ ایشیائے کوچک میں مقیم رہا اور ۱۲۰ء میں اس نے اپنی مشہور کتاب 'شرح اقوالِ مسیح' تالیف کی، جس کے اجزا آج بھی موجود ہیں۔ عیسائی مورخین کے مطابق اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کے حواری اور ایک انجیل کے مصنف یوحنا سے تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ پیپیاس قدیم مسیحی بزرگوں کی اس جماعت سے تعلق رکھتا ہے جن کی تحریریں ایک زمانے تک عہد نامہ جدید کی الہامی تحریروں میں شامل کی جاتی تھیں۔ ان میں پیپیاس کے علاوہ اوریگن Origen کلیمنٹ Clement ہرمس Hermas اگنیشیس Ignatius پولیکارپ Polycarp اور دوسرے بزرگ شامل ہیں۔ ان تمام کے بارے میں خیال ہے کہ انھوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے کسی نہ کسی حواری کی صحبت پائی۔ اصطلاح میں انھیں Apostolic Fathers کہا جاتا ہے۔ یہ گویا مسیحی تاریخ کے تابعی ہیں۔

۵۵ نسخہ سبعینہ Septuagint عہد نامہ قدیم کا یونانی زبان میں پہلا ترجمہ ہے جو سکندریہ کے یہودیوں نے ۲۵۰ ق م سے ۱۰۰ ق م کے دور میں عبرانی نسخے سے کیا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ روایت ہے کہ اس کام میں ۷۰ علما نے حصہ لیا۔ یہودیوں کے نزدیک یہ مستند ترین تراجم میں سے ہے۔

۵۶ Commentary on Gospel according to Mark, P.2